محمد جعفر پھلواری

فرمانرواؤں کو دعوتِ اسلام

اگر ایک تالاب کے وسط میں ایک ڈھیلا پھینک دیا جائے تو پانی اچھل کر ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دے گا اور وہ دائرہ دھیرے دھیرے بڑھتا جائے گا اور کناروں تک پہنچ جائے گا۔ یہی صورتِ حال اصلاحِ قوم کی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے حضورؐ کو اپنی ذات کو سنوارنے کا حکم ہوا (قم فانذر ۝ وربک فکبر ۝ وثیابک فطھر ۝ والرجز فاھجر ۝ الخ) اس کے بعد یہ دائرہ گھر اور قریب رہنے والوں تک وسیع کرنے کا حکم ہوا (وانذر عشیرتک الاقربین) اس کے بعد اہل مکہ کی باری آئی (لتنذر ام القریٰ) پھر مکے کے آس پاس تک یہ دائرہ پہنچا: ومن حولھا اور اس طرح یہ دائرہ عرب میں پھیلتا گیا۔ ابھی پورے عرب پر اسلام نہیں پھیلا تھا اس لئے بقیہ حصۂ عرب اور بیرونِ عرب کی طرف ایک ساتھ توجہ دی گئی۔ اس کے بعد سارے عالم کی ذمہ داری ڈالی گئی۔ (کافۃ للناس بشیراً ونذیرا)

ہر دین پہلے عوام سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد با اقتدار لوگوں تک پہنچتا ہے۔ فطرت کا کچھ تقاضا بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ نیچے طبقے کے عوام دینِ حق کو اس لئے پہلے قبول کرتے ہیں کہ یہ ان کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ اسی میں ان کی روح کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اسی میں ان کے ٹوٹے دلوں کا سہارا ہوتا ہے۔ اسی میں اخوت و مساوات ہوتی ہے۔ اسی میں انکی ذلت و سرنگونی کا مداوا ہوتا ہے اور اسی میں ان کی خودی بیدار ہوتی ہے۔ اونچے، دولت مند اور با اقتدار لوگوں میں بہت کم سعید روحیں ہوتی ہیں جو پیغامِ حق کو جلد قبول کرلیں۔ یہ لوگ عموماً اپنے عیش و تنعم اور دولت و اقتدار کے نشے میں مست رہتے ہیں۔ اگر حق سمجھ میں آبھی جائے تو قبول کرنے

میں اس لئے تامل ہوتا ہے کہ حق ان سے اقتدار، دولت اور عیش سب کا ایثار چاہتا ہے اور اس کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہیں پاتے یہ لوگ پیغام حق اگر قبول بھی کرتے ہیں تو اس وقت جب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو اور وہ اپنی مسند اقتدار کو سہارا دینے کا اسی کو ذریعہ سمجھیں۔ ان کی مسندِ اقتدار عوام ہی کے بل بوتے پر قائم رہتی ہے۔ عوام ہی کی محنت و خدمت کے سہارے یہ دادِ عیش دیتے ہیں اس لئے یہ فقط یہی نہیں کرتے کہ خود قبول حق میں تامل یا انکار سے کام لیں بلکہ عوام کو بھی قبول حق سے روکتے ہیں کیونکہ ان عوام کے بغیر ان کا پورا نقشۂ زندگی درہم برہم ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر پیغام حق پہلے عوام میں پہنچایا جاتا ہے اور پہلے وہیں مقبول ہوتا ہے اس کے بعد مسندِ اقتدار رکھنے والوں کو متوجہ کیا جاتا ہے۔ اب تک اسلام کو قبول کرنے والے عوام ہی تھے جن کو حضورؐ نے اپنی تربیت سے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اب جبکہ قریش کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا تو اس فرصت سے حضورؐ نے بلا تاخیر یہ فائدہ اٹھایا کہ فرمانرواؤں کو دعوت نامے ارسال فرمائے۔ اس موقع پر حضورؐ نے مہر دار انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ کے الفاظ اس طرح کندہ تھے کہ نیچے محمدؐ، اس کے اوپر رسول اور اس کے اوپر اللہ کا لفظ تھا۔ اس ترتیب میں یہ اشارہ ہے کہ محمدؐ بندہ ہے۔ اس کا منصب رسول ہے اور مقصود اللہ ہے۔ حضورؐ نے اپنی عبودیت و فروتنی کے اظہار سے اپنی مہر کو بھی خالی نہ رکھا۔

ان رسالت ناموں کی خصوصیت یہ ہے کہ سب کا اندازِ تحریر الگ الگ ہے اور دعوت ایک ہی ہے۔ جسے دعوت دی گئی اس کے ماحول، اس کی ذہنیت اور اس کے نفسیاتی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر بلیغ، موثر اور دلنشیں انداز میں دعوتِ اسلام دی گئی اور ہر خط پر مہر ثبت کی گئی۔ ان تمام رسالت ناموں کی نقل، ترجمہ اور ضروری تشریح کے لئے ایک الگ تصنیف درکار ہے۔ بعض مؤلفات میری نظروں سے گزرے ہیں جن میں رسالت ناموں کو یکجا کیا گیا ہے اور بعض کے عکسی فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔ کئی رسالت نامے آج بھی دنیا میں محفوظ ہیں۔ مثلاً اصحمہ بن الجبر

اور مقوقس مصر کو جو دعوت نامے بھیجے گئے تھے وہ اب تک محفوظ ہیں۔ اس وقت انکی تفصیلات میں گئے بغیر صرف ایک مختصر سی فہرست شائع کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) ایک دعوت نامہ فرمانروائے حبشہ اصحمہ بن الجبر (ملقب بہ نجاشی) کے نام تھا جسے عمرو بن امیہ ضمری لے کر گئے تھے۔ یہ عیسائی تھے شروع سے ہی اسلام کی طرف مائل تھے، خط پاتے ہی اسلام لے آئے انہوں نے مسلمان مہاجرین حبشہ کے ساتھ جو شریفانہ برتاؤ کیا اس کا بیان تاریخ میں ہجرت حبشہ کے ذکر میں مفصل ملتا ہے۔ حضرت امّ حبیبہ بنت ابوسفیان کے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ارتداد کے بعد آنحضرتؐ نے نجاشی ہی کی معرفت پیغام نکاح بھیجا تھا۔ نکاح خالد بن سعید نے پڑھایا مہر چار سو دینار طلائی تھا جو حضرت نجاشی ہی نے اپنے پاس سے اسی وقت ادا کر دیا۔ نجاشی کے قبول اسلام کے بعد پادریوں نے اور دوسرے بہ کثرت عوام نے اسلام قبول کر لیا۔ نجاشی پہلے ہرقل روم کے باجگزار تھے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ایک درہم بھی خراج نہ دیا۔ حضورؐ کو خیبر میں نجاشی کی وفات کی خبر ملی تو جماعت صحابہ نے ان کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نجاشی کے بعد والے نجاشی کو بھی دعوت نامہ دیا گیا تھا مگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ بہر حال دونوں میں سے ایک نے تو ضرور اسلام قبول کر لیا تھا اور اسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی تھی۔

(۲) ایک رسالت نامہ فرمانروائے بحرین منذر بن ساوی کے پاس علاء بن حضرمی لے کر گئے۔ یہ بھی اسلام لے آئے۔

(۳) ایک نامہ رسالت فرمانروائے عمان اور اس کے بھائی جیفر اور عبد (فرزندان جلندی) کے پاس عمرو بن العاص لے کر گئے دونوں کئی دن گفتگو کرنے کے بعد مطمئن ہوئے اور اسلام لے آئے۔

(۴) ایک دعوتی رقعہ شام کے گورنر منذر بن حارث بن ابی شمر کے پاس شجاع بن وہب اسدی لے کر گئے یہ ایمان نہ لایا۔ پہلے تو یہ بہت ناراض ہوا۔ پھر اعزاز کے ساتھ شجاع

کو رخصت کیا۔

(۵) ایک دعوت نامہ حاکم یمامہ ہوذہ بن علی کے پاس سلیط بن عمرو لے کر گئے۔ اس نے خط پڑھ کر کہا کہ باتیں تو معقول ہیں لیکن اسلامی حکومت میں آدھا حصہ میرا رکھا جائے تو اسلام لانے کو تیار ہوں۔ اس جواب کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہوذہ ہلاک ہوگیا۔

(۶) ایک نامۂ مبارک فرمانروائے مصر جریج بن منی (ملقب بہ مقوقس) کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ لے کر گئے۔ اس نے اسلام کا نہ اقرار کیا نہ انکار۔ ایک گول مول سا جواب دے کر حاطب کو رخصت کر دیا۔ آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک خچر (دُلدل نامی) کچھ کپڑے اور دو کنیزیں بھیجیں۔ یہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ ایک کا نام سیرین اور دوسری کا نام ماریہ تھا۔ حاطب نے ان دونوں کو اسلام کی تبلیغ کی۔ اور ان دونوں نے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔ سیرین حضرت حسان بن ثابت کی بیوی بنیں اور ماریہؓ آنحضرتؐ کی۔ معلوم نہیں لوگ ماریہؓ قبطیہ کو امہات المومنین کی فہرست میں کیوں داخل نہیں کرتے۔

(۷) ایک نامۂ تبلیغ کسرائے ایران خسرو پرویز کے پاس عبداللہ بن حذافہ لے کر گئے۔ گستاخ اور بدقسمت خسرو پرویز نے نامۂ مبارک پڑھ کر چاک کر دیا اور بولا کہ میرا غلام مجھے یوں خط لکھتا ہے جس میں میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے؟ — العیاذ باللہ۔ اس کے بعد خسرو نے اپنے گورنر یمن باذان کو لکھا کہ محمدؐ کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو العیاذ باللہ۔ باذان نے دو آدمیوں (بابویہ اور خرخسرہ) کو تعمیل حکم کے لئے مدینے بھیجا۔ آنحضرتؐ نے ان کی آمد کا سبب معلوم کرنے کے بعد فرمایا: تمہارا فرمانروا خسرو پرویز ہلاک ہوچکا جا کر تحقیق کرو۔ وہ دونوں یمن واپس گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر کے تخت حکومت پر قبضہ کر لیا ہے جب عبداللہ بن حذافہ مدینے واپس آئے تو انہوں نے آنحضرتؐ کو بتایا کہ خسرو پرویز نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ آنحضرت نے فرمایا: مزّق مُلکہٗ (اس نے اپنی سلطنت کے پرزے اڑا دئے) ان دو کلموں کی تفسیر عہد فاروقیؓ میں دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

(۸) ایک رسالت نامہ فرمانروائے بصریٰ کے پاس حارث بن امیہ لے کر گئے تھے۔ لیکن شرحبیل بن عمرو نے انہیں قتل کر دیا جو روم کی طرف سے حاکم بلقاء تھا یہی قتل آگے چل کر غزوۂ موتہ کا سبب بنا۔

۹۔ ایک تبلیغ نامہ فرمانروائے قسطنطنیہ یعنی ہرقل کے پاس دحیہ کلبی لے کر گئے۔ ہرقل اس وقت بیت المقدس میں تھا۔ اس نے دربار عام کیا جس میں جناب ابوسفیان کو بھی بلایا۔ یہ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بلکہ آنحضرتؐ کی ہر مخالفت و جنگ میں پیش پیش تھے یہ بسلسلۂ تجارت یہاں آئے ہوئے تھے ان سے ہرقل کے جو جو سوال و جواب ہوئے ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کے مخالف بھی حضورؐ کے اوصاف کے کس قدر قائل اور معترف تھے۔

ان فرمانرواؤں میں کچھ اور لوگ بھی تھے جن کو دعوت نامۂ اسلام بھیجا گیا مثلاً:

(۱۰) فرمانروائے غسان جبلہ بن ایہم اس نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر دماغ سے پندار فرمانروائی نہیں نکلا تھا۔ عرصۂ دراز کے بعد عہد فاروقی میں طوافِ کعبہ کرتے ہوئے اس کی چادر کا ایک کونہ کسی کے پاؤں سے دب گیا۔ اس نے اس غریب کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ مقدمہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا۔ آپ نے جبلہ کے خلاف طمانچے کے بدلے طمانچے کا فیصلہ دیا۔ جبلہ نے کہا کہ میں سردار قوم ہوں اور ایک معمولی آدمی سے مجھے برابر کا بدلہ دلوایا جاتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اسلام کے قانون کے سامنے کوئی بڑا چھوٹا نہیں سب برابر ہیں۔ جبلہ نے کچھ دیر کی مہلت لی اور چپکے سے بھاگ نکلا اور پھر مرتد ہو کر مرا۔

(۱۱) فروہ بن عمرو خزاعی شام کے گورنر تھے۔ دعوت نامہ دیکھنے کے بعد اسلام لے آئے قیصر روم نے انہیں قید کر لیا اور پھر سزائیں دے کر قتل کر دیا مگر کوئی شے انہیں اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی۔

(۱۲) اکیدر حکمرانِ دومۃ الجندل تھے یہ بھی ۹ھ میں اسلام لے آئے۔

(۱۳) ذوالکلاع حمیری یمن و طائف کے اکثر علاقوں پر حکومت کرتے تھے اور لطف یہ ہے

کر الوہیت کے مدعی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کیے عہد فاروقی میں اپنی حکومت سے دستبردار ہو کر مدینے میں بس گئے۔ اور زہد و ریاضت میں ساری زندگی گزار دی۔

(۲۴) کہا جاتا ہے کہ سردار نجد ثمامہ بن اثال کو بھی دعوت نامہ اسلام بھیجا گیا اور ان پر کوئی اثر نہیں ہوا لیکن یہ ایک دوسری طرح اسلام لے آئے۔ یہ مسلمانوں کو خصوصیت سے لوٹتے اور قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اعلان فرمایا کہ جو ثمامہ کو گرفتار کر کے لائے گا میں اپنے پاس سے اسے انعام دوں گا۔ صحابہ اس فکر میں لگے رہتے تھے مگر ثمامہ ہاتھ نہ آتے تھے۔ آخر ایک موقع پر گرفتار ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں اس طرح لائے گئے کہ پیچھے سے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ان کے ہاتھ کھول دو۔ ایک سردار قوم کو اس طرح باندھنا کوئی شریفانہ طریقہ نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بڑی مشکل سے گرفتار ہوا ہے ہاتھ کھولے جائیں گے تو یہ فرار ہو جائے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے ثمامہ سے ایسی توقع نہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے پوچھا: ثمامہ! ہمارے اور اسلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ثمامہ ایک مرد دلیر تھے۔ بولے: اے محمدؐ! اس روئے زمین پر تمہارے چہرے سے زیادہ قابلِ نفرت چہرہ تمہارے دین سے زیادہ قابلِ نفرت دین اور تمہارے شہر سے زیادہ قابلِ نفرت شہر میرے نزدیک کوئی نہیں۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے لے جا کر مسجد نبوی کے سامنے، حراست میں رکھو اور کل پھر میرے سامنے پیش کرو۔ دوسرے دن پیش کیا گیا اور بالکل اسی طرح کے سوال و جواب ہوئے اور تیسرے دن بھی بعینہٖ یہی ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ صحابہؓ حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ بڑی مصیبتوں سے تو اسے گرفتار کیا گیا ہے اور وہ اتنی سخت کلامی سے پیش آیا ہے اور پھر اسے مسلمانوں کو لوٹنے کے لیے رہا کیا جا رہا ہے۔ مگر حکیم الامت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے وہ تمام نقوش پڑھ لیے تھے جو ان تین دنوں کے تاثرات قلبی نے ثمامہ کے چہرے پر تحریر کر دیئے تھے۔

ثمامہ ان تین دنوں میں کیا دیکھتے رہے؟ ایک مجرم قیدی کے ساتھ انتہائی شریفانہ برتاؤ۔ جماعتِ نماز میں پوری قوم کی فروتنی، عاجزی اور سنجیدگی۔ اخوت، مساوات، ہمدردی، ایثار، اعلیٰ انسانی اقدار، بلند اخلاق، اونچے کردار، ہر فرد کی پیشانی پر ایمان و صداقت کے انوار، اسلامی تعلیمات ایک پورے معاشرے کے اندر مجسم شکل میں نمودار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک کھلے ہوئے مجرم کو سخت کلامی کے باوجود کوئی سزا دیئے بغیر معاف رہائی کا فرمان ـــــ ثمامہ کا دل ہاتھوں سے نکل چکا تھا مگر وہ کھرا تھا، دلیر تھا۔ وہ یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ قید و بند اور دباؤ کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کا طعنہ سنے۔

وہ رہا ہو کر سیدھے اپنی قوم میں پہنچے۔ پہلے اعلان کیا کہ کسی کا کوئی قرض یا اور کوئی حق ہو تو وہ طلب کر لے۔ اللہ اللہ ثمامہ کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ قرض سے بچنے کے لئے مسلمان ہونے کا طعنہ دیا جاسکے۔ وہ اپنے گھر سے سیدھے مدینے کی طرف چل پڑے۔ آبادی سے باہر اپنے کپڑے دھوئے۔ غسل کیا اور شہر میں داخل ہو گئے۔ صحابہؓ نے دیکھا تو سمجھے کہ معلوم نہیں یہ کیا نیا فتنہ لایا ہے۔ فوراً چوکس ہو کر آنحضرتؐ کی اور اپنی حفاظت کے لئے تیار ہو گئے۔ ثمامہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ: کل جس جگہ اور جس طرح حضورؐ بیٹھے تھے اسی جگہ اور اسی طرح بیٹھ جایئے۔ آنحضرتؐ نے اس کی درخواست منظور کر لی اور وہیں بیٹھ گئے۔ صحابہؓ ہر چہار طرف تحفظ کے لئے موجود تھے کہ کہیں یہ اچانک حملہ نہ کر دے۔ ثمامہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور آنحضرتؐ کے گھٹنوں کو پکڑ کر کہا: یا رسول اللہؐ! آج اس روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ محبوب چہرہ میری نظروں میں کوئی نہیں۔ آپ کے دین سے زیادہ پیارا میرے لئے کوئی دین نہیں اور آپ کے شہر سے زیادہ پسندیدہ شہر میرے لئے کوئی نہیں۔"

اسلام لانے کے واقعات تو آپ نے بہت سے پڑھے ہوں گے مگر اس انوکھی شان سے یا تو عمر بن خطاب ایمان لائے تھے یا ثمامہ بن اُثال رضہ۔